رکوع اور سجدے کی تسبیحات تین سے کم پڑھنے کا حکم؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر: HAB-499 تاریخ: 27-01-2025

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ دار الافتاء اہلسنت کے ایک فتوی میں رکوع کی تسبیح تین بار سے کم پڑھنے کو مکروہ تنزیہی قرار دیا گیا تھا، یہی بہارِ شریعت میں بھی موجود ہے، لیکن ایک عالم صاحب کا کہنا ہے کہ رد المحتار کے مطابق ان تسبیحات کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور اس سے کم پڑھنے پر سنت مؤکدہ کے ترک کی تفصیل کے مطابق گناہ ہو گا۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا واقعی یہ سنت مؤکدہ ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

رکوع اور سجدے کی تسبیح کم از کم تین بار پڑھنا مسنون ہے، اس سے کم نہیں پڑھنی چاہیے، لیکن اگر کسی نے تین سے کم تسبیح پڑھی، تو اس کا ایسا کرنا کیسا ہے، اس بارے میں فقہائے احناف کے تین طرح کے اقوال ہیں کہ رکوع اور سجدے کی تسبیح تین بار پڑھنا (1) فرض ہے، (2) واجب ہے، (3) سنت ہے، اور سنت سے مراد سنتِ غیر مؤکدہ ہے، اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے، یہی مِن حیث الدلیل راجح قول ہے۔

والتفصیل ذالك:

پہلا مؤقف یہ ہے کہ تسبیح تین بار فرض ہے، یہ تلمیذِ امام اعظم ابو مطیع البلخی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مؤقف ہے۔ علامہ بدر الدین عینی وغیرہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: ”قال أبو مطیع تلمیذ أبي حنیفة رحمه الله: فرض، ولم یجزه أقل من ثلاث“ ترجمہ: ابو مطیع، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد کا قول

فرضیت کا ہے اور تین سے کم تسبیح کفایت نہیں کریں گی۔

(البنایه، ج2، ص249، طبع دار الکتب العلمیه، بیروت)

لیکن یہ قول شاذ ہے، جیسا کہ علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "(إن لم یقل ثلث تسبیحات أولم یمکث مقدار ذلك لا یجوز رکوعه) وهذا قول شاذ کقول أبي مطیع البلخي تلمیذ أبي حنیفة رحمه اللہ بفرضیة التسبیحات الثلاث في الرکوع والسجود حتی لو نقض واحدة لا یجوز رکوعه ولا سجوده" ترجمہ: اگر اس نے رکوع میں تین تسبیحات نہ پڑھیں یا اتنی دیر نہ ٹھہرا رہا، تو اس کا رکوع جائز نہیں ہو گا، اور یہ قول شاذ ہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام ابو مطیع البلخی رحمۃ اللہ تعالی علیہما کا رکوع اور سجود میں تین بار تسبیح پڑھنے کا قول ہے، حتیٰ کہ اگر اس میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو نہ اس کا رکوع جائز ہو گا نہ سجدہ۔ **(غنیۃ المتملی، صفحہ 281، طبع کوئٹہ)**

دوسرا موقف: تسبیح تین بار پڑھنا واجب ہے۔ یہ قول سب سے پہلے تلمیذ امام ابن الہمام، علامہ ابن امیر الحاج الحلبی رحمہ اللہ تعالی (المتوفی سنة ۸۷۹ھ) نے کیا ہے، اور ان کی متابعت کرتے ہوئے محقق ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (المتوفی سنة ۹۵٦ھ) نے فرضیت اور سنیت کے قول کا رد کرتے ہوئے وجوب کے قول کو ظاہر قرار دیا ہے، لیکن دونوں ہی حضرات نے اس قول پر جزم نہیں کیا۔

چنانچہ علامہ ابن امیر الحاج الحلبی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں: "لقائل أن یقول: لا یتعین العمل بالدلیلین فی جعل التسبیح سنة، بل یکون ذلک أیضاً فی جعله واجباً، للمواظبة الظاهرة من حاله صلی اللہ علیه وآله وسلم علیه، وللامر به متضافران علی الوجوب، فینبغی إذا ترکه سهواً أن یخبرنا بالسجود، وإذا ترکه عمداً یؤمر بالإعادة کما هو الحکم فی کل صلاة أدیت مع الکراهة" ترجمہ: اعتراض کرنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ تسبیح کو سنت قرار دینے میں ہی دونوں دلیلوں (قرآن و سنت کی دونوں نصوص) پر عمل کرنا متعین نہیں ہوتا، بلکہ اس کو واجب قرار دے کر بھی ممکن ہے، کیونکہ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے مواظبت ظاہرہ ہے اور اس کا امر بھی موجود ہے اور یہ دونوں وجوب کی تائید کر رہی ہیں، تو مناسب ہے کہ جب کوئی اس کو سہواً ترک کرے تو ہم اسے سجدہ سہو کرنے کا

حکم دیں اور جب کوئی اس کو جان بوجھ کر ترک کرے تو نماز کو لوٹانے کا حکم دیا جائے گا، جیسا کہ یہ حکم ہر اس نماز میں ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔

(حلبة المجلی، جلد2صفحہ155، مطبوعہ بیروت)

علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: "كذا مارواه أبو داود و الترمذی عن عقبة بن عامر قال: لما نزلت ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾، قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: اجعلوها فی ركوعكم، ولما نزلت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، قال: اجعلوها فی سجودكم، لا يجوز الزيادة به على الكتاب وإن كان أمرا لكونه خبرواحد، لكن بقي أن يقال ينبغی أن يفيد الوجوب كما فی نظائره، ولم تقولوا به بل بالسنية، فأجاب عنه فی المستصفى بأنه دل الدليل على عدم الوجوب أيضا لأنه عليه الصلوة السلام لما علم الأعرابی الصلوة لم يذكر له فی الركوع والسجود شيئاً، ولقائل أن يقول إنما يلزم ذلک أن لو لم يكن فی الصلوة واجب خارج عما علمه الأعرابی، وليس كذلک بل تعيين الفاتحه وضم السورة وثلاث آيات ليس مما علمه الأعرابي بل ثبت بدليل آخر فلم لا يجوز أن يكون هذا كذلك" ترجمہ: اسی طرح جو امام ابو داود اور امام ترمذی رحمہما اللہ نے عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ نازل ہوئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو اپنے رکوع میں شامل کرو اور جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو اپنے سجود میں شامل کرو اور اس کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز نہیں، اگرچہ یہ امر ہے، کیونکہ یہ خبر واحد ہے، لیکن یہ اعتراض باقی رہ گیا کہ یہ وجوب کا فائدہ دے رہا ہے جیسا کہ اس کی نظائر میں ہے، لیکن آپ اس کے وجوب کے قائل نہیں، بلکہ سنیت کے قائل ہیں، مستصفی میں اس کا جواب یہ دیا کہ ایک دلیل عدم وجوب پر بھی دلالت کر رہی ہے اور وہ یہ کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اعرابی کو نماز سکھائی تو رکوع و سجود میں اس حوالے سے کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا، اعتراض کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ بات تب لازم ہے کہ جب نماز میں کوئی ایسا واجب نہ ہو جو اعرابی کو سکھائے ہوئے سے خارج ہو، حالانکہ معاملہ ایسا نہیں، بلکہ یہ متعین ہے کہ فاتحہ کا پڑھنا اور

سورت اور تین آیات کا ملانا ان واجبات میں سے ہیں جو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کو نہیں سکھائے تھے، بلکہ یہ واجب دوسری دلیل سے ثابت ہے، تو پھر یہ کیوں جائز نہیں کہ (تسبیحات کا واجب ہونا) بھی اسی طرح ہو۔ (غنیۃ صفحہ 282 مطبوعہ کوئٹہ)

تیسرا قول یہ ہے کہ رکوع اور سجود میں تین بار تسبیح پڑھنا سنت ہے، اور اس سنت سے مراد سنت غیر مؤکدہ ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے، اجلہ فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے اور حدیث میں وارد امر کو استحباب پر محمول کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس عمل پر صراحتا مواظبت منقول نہیں ہے۔

مکروہ تنزیہی ہونے کی صراحت پر نصوص:

بحر الرائق میں ہے: "كان الأمر للاستحباب كما صرح به غير واحد من المشائخ فعلى هذا فالمراد من الكراهة في قولهم لو ترك التسبيحات أصلا أو نقص عن الثلاث فهو مكروه كراهة التنزيه؛ لأنها في مقابلة المستحب" ترجمہ: حدیث میں واقع امر استحباب کے لیے ہے، جیسا کہ متعدد مشائخ نے اس کی صراحت کی ہے، تو اس بناء پر اصلا تسبیحات نہ پڑھنے یا تین سے کم پڑھنے کی جو کراہت فقہاء کے قول میں واقع ہوئی، تو اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے، کیونکہ یہی مستحب کا مقابل ہے۔

(البحر الرائق، جلد 1، صفحہ 333، طبع دار الکتاب الاسلامی)

النہر الفائق میں ہے: "وقد صرح غير واحد بأن الأمر للندب وعليه فقولهم: لو تركه ونقص عن الثلاث كره أي: تنزيهًا" ترجمہ: اور کئی فقہاء نے صراحت کی ہے کہ امر استحبابی ہے اور اسی پر ان کا قول مبنی ہے کہ اگر ان کو ترک کیا یا تین سے کم کیا تو مکروہ ہے یعنی تنزیہی ہے۔

(النہر الفائق، ج 01، ص 214، دار الکتب العلمیہ)

فقیہ ابو السعود رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں: "وهي أي كراهة تركه أو نقصه تنزيهية" ترجمہ: اور تسبیحات کو ترک کرنے یا تین سے کم کرنے کی کراہت تنزیہی ہے۔

(ضوء المصباح شرح نور الایضاح، جلد 1، صفحہ 300، طبع دار ابن حزم)

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار میں ہے: "ويكره أن ينقص عن الثلاثة تنزيها والتثليث

أدنى السنة فمن شاء فليزد بعد أن يختم علی وتر" ترجمہ: اور تین سے کم کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور تین تسبیحات سنت کا ادنی درجہ ہے زیادہ کرنا چاہے تو کرے، لیکن طاق تعداد پر ختم کرے۔

(حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، جلد2، صفحہ 155، طبع دار الكتب العلميه)

صاحب در مختار نے تسبیحات کے ترک یا اس کے تین سے کم ہونے کو مکروہ تنزیہی فرمایا: اس پر علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "هو المعتمد "ترجمہ: یہی معتمد ہے۔

(حاشية الطحطاوی، جلد، 2صفحہ 179)

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الدر المنتقی فی الملتقی، جلد 1، صفحہ 145 پر بھی اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔

علامہ علاء الدین الحصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تنویر الابصار پر اپنی ایک اور شرح خزائن الاسرار وبدائع الافکار میں لکھتے ہیں: "إن تركه أو نقصه كره أي تنزيها لأنها في مقابلة المستحب كما حرره في البحر "ترجمہ: تسبیحات کو مطلقاً ترک یا تین سے کم پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ یہ مستحب کے مقابلے میں ہے، جیسا بحر الرائق میں اس کی تحقیق کی ہے۔

(خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار، صفحہ 88، مخطوط)

غنیۃ ذوی الاحکام اور حاشیۃ الخادمی علی درر الحکام میں ہے: واللفظ للأول: " والمراد كراهة التنزيه؛ لأنها في مقابلة المستحب كما في البحر "ترجمہ: اور مراد کراہت تنزیہی ہے، کیونکہ یہی مستحب کا مقابل ہے۔ جیسا کہ بحر میں ہے۔

(غنیۃ ذوی الاحکام، ج1، صفحہ 221، مطبوعہ تہران، حاشیۃ الخادمی، صفحہ 54، مخطوط)

علامہ محمد بن عبد القادر الانصاری المدنی جن کے حواشی کو علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما حاشیۃ المدنی سے تعبیر کرتے ہیں، تحفۃ الاخیار علی الدر المختار میں فرماتے ہیں: "ويكره أن ينقص عن الثلاثة تنزيها "ترجمہ: اور تین تسبیحات سے کمی کرنا، مکروہ تنزیہی ہے۔

(تحفۃ الاخیار علی الدر المختار، جلد 1، صفحہ 413، مخطوط)

حلبة الناجي علی الحلبی میں ہے: ”وأما النقص عن الثلاث فيكره تنزيها“ ترجمہ: بہرحال تین سے کم تسبیحات پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (حلبۃ الناجی، صفحہ 297، طبع ترکیا)

ان تمام فقہائے کرام کی تصریحات سے یہ واضح ہے کہ یہاں کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے، اور اسی کو صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی نے اختیار فرمایا ہے۔

رد المحتار اور جد الممتار کی عبارات کا صحیح مفہوم:

جہاں تک رہا علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا اس کو اساءت فرمانا، تو اولاً: اس پر گزارش یہ ہے کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کے اساءت ہونے پر جزم نہیں فرمایا، کما سنوضح ان شاء اللہ تعالی اور اگر فرمایا بھی ہو، تو یہ ماقبل تمام فقہائے کرام کی تصریح کے خلاف ہے، اور امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے کلام سے ہرگز اس عبارت کی تائید نہیں ہوتی ۔ **اولاً** علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

رد المحتار میں ہے: ”والحاصل أن في تثليث التسبيح في الركوع والسجود ثلاثة أقوال عندنا، أرجحها من حيث الدليل الوجوب تخريجا على القواعد المذهبية، فينبغي اعتماده كما اعتمد ابن الهمام ومن تبعه رواية وجوب القومة والجلسة والطمأنينة فيهما كما مر. وأما من حيث الرواية فالأرجح السنية لأنها المصرح بها في مشاهير الكتب، وصرحوا بأنه يكره أن ينقص عن الثلاث وأن الزيادة مستحبة بعد أن يختم على وتر خمس أو سبع أو تسع ما لم يكن إماما فلا يطول وقدمنا في سنن الصلاة عن أصول أبي اليسر أن حكم السنة أن يندب إلى تحصيلها ويلام على تركها مع حصول إثم يسير وهذا يفيد أن كراهة تركها فوق التنزيه وتحت المكروه تحريما. وبهذا يضعف قول البحر إن الكراهة هنا للتنزيه لأنه مستحب وإن تبعه الشارح وغيره فتدبر“ ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ رکوع و سجود کی تسبیح تین بار پڑھنے میں ہمارے تین اقوال ہیں، ان کی دلیل کے اعتبار سے جو راجح ہے، وہ مذہبی قواعد کی تخریج کی بناء پر وجوب ہے، تو اس پر اعتماد کرنا، مناسب ہے، جیسا کہ اس پر ابن الہمام اور ان کے متبعین نے قومہ جلسہ اور ان میں طمانینت کے وجوب کی روایت پر اعتماد کیا، اور روایت کے اعتبار سے زیادہ راجح سنت

ہونا ہے کیونکہ تمام مشہور کتب میں اسی کی صراحت ہے اور فقہاء نے صراحت کی ہے کہ تین سے کم مکروہ ہے اور تین سے زیادہ مستحب ہے، مگر یہ کہ وہ پانچ یا سات یا نو کسی طاق عدد پر ختم کرے، یہ اس وقت ہے، جبکہ وہ امام نہ ہو، ورنہ طول نہ دے اور ہم نے سنن الصلوٰۃ میں امام ابو الیسر کے اصول سے یہ واضح کر دیا ہے کہ سنت کا حکم یہ ہے کہ اس کی تحصیل پسندیدہ اور ترک کرنے پر کم گناہ کے ساتھ ملامت کا استحقاق ہے اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کے ترک کی کراہت تنزیہ سے اوپر اور مکروہ تحریمی سے نیچے ہے اور اسی سے بحر کا قول کہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ یہ مستحب ہے، ضعیف ہو جاتا ہے اگرچہ خود شارح اور ان کے علاوہ نے اس کی پیروی کی ہے تو غور کر لو۔ **(ردالمحتار، ج01، ص494، دارالفکر)**

اولاً یہ جان لیں کہ یہاں تین اقوال سے مراد، فرض واجب اور سنت ہے، نہ کہ واجب، سنت اور مستحب، جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے چل کر خود ارشاد فرماتے ہیں: "ویسبح فیہ ثلاثا فإنه سنة على المعتمد المشهور في المذهب لا فرض ولا واجب كما مر" ترجمہ: اور اس میں تین تسبیحات پڑھے کیونکہ یہ معتمد اور مشہور فی المذہب قول کی بناء پر سنت ہے، نہ کہ فرض یا واجب، جیسا کہ گزرا۔ **(ردالمحتار، ج01، ص496، دارالفکر)**

ثانیاً: علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہاں ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ بیان نہیں کر رہے کہ وہ تسبیحات رکوع و سجود کے وجوب کے قائل ہیں، بلکہ وہ قواعد مذہب میں امر کے مطلقاً وجوب کے ہونے کا اعتبار کرتے ہوئے اس قول کو ارجح قرار دینا مناسب فرما رہے ہے اور اس پر بطور نظیر امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قومہ اور جلسہ کے وجوب کی روایت کو ترجیح دینا بیان فرما رہے ہے۔ اس پر ایک دلیل تو یہ ہے کہ علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے قبل وجوب کا قول کسی نے کیا ہو یہ غیر معلوم ہے، جیسا کہ فقیہ بے مثل سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "جد الممتار" میں شامی کے اس مقام پر تعلیقاً فرماتے ہیں: "إن القول بالوجوب لا يعلم عمن تقدم العلامة محمد الحلبي، وكتب المذهب متونا وشروحا وفتاوى طافحة بتصريح السنية وعليها تدل الفروع فليكن التعويل" ترجمہ: علامہ محمد حلبی سے پہلے

وجوب کا قول کسی نے کیا ہو، یہ نا معلوم ہے اور مذہب کی تمام کتب متون، شروح اور فتاوی تصریح سنت سے لبریز ہیں اور اسی پر فروع دلالت کرتی ہیں، تو یہ قابل اعتماد ہوا۔

(جد الممتار، جلد 3، صفحہ 199، طبع دار الکتب العلمیہ)

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف "زاد الفقیر" جو نماز کے احکام پر آپ کی کتاب ہے، اس میں سنن الصلاۃ کے باب میں گیارہویں اور بارہویں سنت یہ ذکر فرمائی ہے: "وقول: سبحان ربي العظيم في الركوع وقول سبحان ربي الأعلي في السجود ثلاثا ثلاثا" ترجمہ: اور رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم اور سجدے میں تین بار سبحان ربی الاعلی کہنا۔

(زاد الفقیر، صفحہ 130، طبع دار البشائر الاسلامیہ)

ثالثاً: علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صفحہ 193 تا 195 تک اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے کہ قومہ جلسہ اور ان میں تعدیل، مذہب کے مشہور قول پر سنت ہیں، اور ایک قول وجوب کا ہے اور یہی قول امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالی نے اختیار فرمایا ہے، اسی بنیاد پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرما رہے ہیں کہ جس طرح اس مقام پر امام ابن ہمام نے وجوب کے قول پر اعتماد کیا ہے، اسی طرح تسبیحات رکوع و سجود میں وجوب کا قول راجح ہونا چاہیے۔ اسی پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعلیقاً جواب ارشاد فرمایا کہ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وجوب کے قول کو ترجیح دینا اس لیے مختار ہے کہ وہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں، جبکہ ان کے شاگرد علامہ ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس درجے کے نہیں اور علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو یقیناً اصحاب ترجیح سے نہیں ہیں۔ امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عبارت سے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام کی تائید نہیں، بلکہ اس کی صحیح توجیہ بیان فرما رہے ہیں۔ عبارات ملاحظہ فرمائیں: "والقول بوجوب الكل هو مختار المحقق ابن الهمام وتلميذه ابن أمير الحاج، حتى قال إنه الصواب، والله الموفق للصواب" ترجمہ: اور تمام (یعنی جلسہ، قومہ وتعدیل ارکان) کے وجوب کا قول محقق ابن الہمام اور ان کے شاگرد ابن امیر الحاج کا مختار ہے، یہاں تک

کہ انہوں نے فرمایا کہ یہی درست ہے۔ (ردالمحتار،ج01،ص464،دارالفکر)

مزید فرماتے ہیں: ”والحاصل أن الأصح رواية ودراية وجوب تعديل الأركان، وأما القومة والجلسة وتعديلهما فالمشهور في المذهب السنية، وروي وجوبها، وهو الموافق للأدلة، وعليه الكمال ومن بعده من المتأخرين وقد علمت قول تلميذه إنه الصواب“ترجمہ: اور حاصل یہ ہے کہ روایت و درایت کے اعتبار سے تعدیل ارکان کا وجوب ہی اصح ہے اور قومہ و جلسہ اور ان میں تعدیل تو مشہور قول کے مطابق سنت ہے اور اس کا وجوب بھی مروی ہے اور یہی دلائل سے موافق ہے اور اسی پر ابن الہمام اور ان کے بعد کے متاخرین فقہاء ہیں اور تم ان کے شاگرد کا قول جان چکے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہی درست ہے۔ (ردالمحتار، جلد2، صفحہ194، طبع دارالمعرفہ)

مبحوث عنہ مقام پر فرماتے ہیں: ”والحاصل أن في تثليث التسبيح في الركوع والسجود ثلاثة أقوال عندنا، أرجحها من حيث الدليل الوجوب تخريجا على القواعد المذهبية، فينبغي اعتماده كما اعتمد ابن الهمام ومن تبعه رواية وجوب القومة والجلسة والطمأنينة فيهما كما مر. وأما من حيث الرواية فالأرجح السنية لأنها المصرح بها في مشاهير الكتب“ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ رکوع و سجود کی تسبیح تین بار پڑھنے میں ہمارے تین اقوال ہیں، ان میں دلیل کے اعتبار سے جو راجح ہے، وہ مذہبی قواعد کی تخریج کی بناء پر وجوب ہے، تو اس پر اعتماد کرنا مناسب ہے، جیسا کہ اس پر ابن الہمام اور ان کے تابعین نے اعتماد کیا، ان کی بنیاد اس بارے میں قومہ جلسہ اور طمانینت کے وجوب کی روایت ہے۔ اور روایت کے اعتبار سے زیادہ راجح سنت ہونا ہے، کیونکہ تمام مشہور کتب میں اسی کی صراحت ہے۔

(ردالمحتار، جلد2، صفحہ242، طبع دارالفکر)

اسی پر امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”أقول: ابن الهمام من أصحاب الترجيح بتصحيح العلماء ولا كذلك تلميذه المحقق ابن أمير الحاج أما الحلبي صاحب الغنية فمقطوع أنه ليس منهم“ ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ ابن الہمام علماء کی تصحیح کے مطابق اصحاب ترجیح سے ہیں اور ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج کا یہ مقام نہیں ہے اور حلبی صاحب الغنیہ تو یقینی طور پر اصحاب

ترجیح سے نہیں۔ (جد الممتار، جلد3، صفحہ198، طبع دار الکتب العلمیہ)

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مختار کیا ہے؟

کیا رد المحتار سے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا یہ قول مختار ثابت ہوتا ہے کہ تسبیحات رکوع کا ترک یا اس میں نقص اساءت کے درجے میں ہے اور اس پر اثم یسیر کا حکم ہوگا؟ اگر غور کیا جائے تو علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بھی اس قول پر جزم نہیں فرمایا، بلکہ فقط ایک بحث فرمائی ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں: ”وقدمنا في سنن الصلاة عن أصول أبي اليسر أن حكم السنة أن يندب إلى تحصيلها ويلام على تركها مع حصول إثم يسير وهذا يفيد أن كراهة تركها فوق التنزيه وتحت المكروه تحريما. وبهذا يضعف قول البحر إن الكراهة هنا للتنزيه لأنه مستحب وإن تبعه الشارح وغيره فتدبر“ ترجمہ: ہم نے سنن الصلوٰۃ میں امام ابو الیسر کے اصول سے یہ واضح کردیا ہے کہ سنت کا حکم یہ ہے کہ اس کی تحصیل پسندیدہ اور ترک کرنے پر کم گناہ کے ساتھ ملامت کا استحقاق ہے اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کے ترک کی کراہت تنزیہی سے اوپر اور مکروہ تحریمی سے نیچے ہے اور اسی سے بحر کا قول کہ کراہت تنزیہی ہے، کیونکہ یہ مستحب ہے، ضعیف ہوجاتا ہے اگرچہ خود شارح اور ان کے علاوہ نے اس کی پیروی کی ہے، تو غور کرلو۔ (رد المحتار، ج01، ص494، دار الفکر)

یہاں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ امام ابو الیسر رحمہ اللہ تعالی کے اصول سے ایک اصل بیان کررہے ہیں کہ سنت کا حکم یہ ہے کہ اس کے پورا کرنے کی ترغیب دلائی جائے گی اور اس کے ترک پر ملامت ہوگی اور اس پر اثم یسیر ملے گا۔ اگر امام ابو الیسر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے اس قول کو دیکھیں، تو اس کے مطابق تسبیحات کا ترک مکروہ تنزیہی سے اوپر اور تحریمی سے نیچے ہونا چاہیے، لیکن ظاہر ہے یہ اس صورت میں ہوگا جب اس کے سنت مؤکدہ ہونے پر کوئی دلیل موجود ہو یا کم از کم مذہب میں کوئی قول موجود ہو، حالانکہ ایسا بظاہر نہیں ورنہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ وہ تصریح پیش فرمادیتے، اسی وجہ سے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ ”فقط وھذا یفید ...الخ“ فرما رہے ہیں، اپنی جانب نسبت نہیں کررہے۔

اس کے برعکس صاحب بحر رحمہ اللہ تعالی نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے، اگر امام ابو الیسر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے اصول کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو سنت مؤکدہ قرار دیں، تو صاحب بحر کے قول کو ضعیف قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن صاحب بحر نے اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل ذکر کی ہے کہ یہ امر استحبابی ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ خود اس بات کی تصریح فرماتے ہیں: "بناء على أن الأمر بالتسبيح للاستحباب بحر" اور صاحب بحر نے امر استحبابی اپنی طرف سے قرار نہیں دیا، بلکہ ان سے قبل ائمہ اس کی تصریح کرتے آئے ہیں، جیسا کہ نہر الفائق کی عبارت میں اس کی صراحت گزر چکی ہے، اور آپ رحمہ اللہ تعالی کے بعد متعدد فقہا نے آپ کی اتباع کی ہے، جن میں **صاحب نہر الفائق، صاحب در مختار، علامہ شرنبلالی، علامہ طحطاوی، علامہ نوح آفندی، علامہ خادمی، علامہ مصطفی بن محمد صاحب حلبۃ الناجی، مفتی ابو السعود اور صدر الشریعہ وغیرہ** رحمھم اللہ تعالی **شامل ہیں**۔ اور اگر اس تقریر کو تسلیم نہ بھی کیا جائے اور علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مؤقف اساءت کا ہی تسلیم کیا جائے تو بھی علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے ماقبل ومابعد فقہائے کرام مکروہ تنزیہی ہونے کی صراحت کر چکے ہیں، اور مشائخ، حدیث میں وارد امر کو استحبابی بیان فرما چکے ہیں اور اسی کو صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اختیار فرمایا ہے۔

تبیین الحقائق میں ہے: "والأمر قد يكون للاستحباب فيحمل عليه وإنما يكره أن ينقص عن الثلاث لما روينا من الحديث" ترجمہ: اور امر کبھی استحباب کے لیے ہوتا ہے، تو اسی پر یہ محمول ہے کہ تین سے کم تسبیحات مکروہ ہیں، جیسا کہ ہم نے حدیث ذکر کی۔

(تبیین الحقائق، جلد1، صفحہ115، دار الکتاب الاسلامی)

ہدایہ میں ہے: "تسبيحات الركوع والسجود سنة لأن النص تناولهما دون تسبيحاتهما فلا يزاد على النص" رکوع وسجدے کی تسبیحات کہنا سنت ہے، کیونکہ نص رکوع اور سجدے کے حکم پر ہے، نہ کہ ان کی تسبیحات پر تو نص پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔ **(ہدایہ، جلد1، صفحہ52، دار احیاء التراث العربی)**

فتح القدیر میں ہے:"عدم الزيادة لا يستلزم القول بالسنية لجواز الوجوب والمواظبة، والأمر من قوله فليقل اجعلوها يقتضيه إلا لصارف، بخلاف قول أبي مطيع بافتراضها فإنه مشكل جدا. وقيل في الصارف إنه عدم ذكرها للأعرابي عند تعليمه فيكون أمر استحباب، قالوا: ويكره تركها ونقصها من الثلاث والتصريح بأنه أمر استحباب يفيد أن هذه الكراهة كراهة تنزيه" ترجمہ: عدم زیادت سنت کے قول کو لازم نہیں کرتی، کیونکہ وجوب و مواظبت ممکن ہے اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان " فليقل اجعلوها " بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے، الا یہ کہ کوئی دلیل صارف موجود ہو برخلاف امام ابو مطیع بلخی کے قولِ فرضیت کے، کیونکہ وہ تو بہت ہی مشکل ہے۔ اور دلیل صارف کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ نماز کی تعلیم کے وقت ان چیزوں کا اعرابی کے سامنے ذکر نہ فرمانا ہے، تو یہ امر استحبابی ہو گا۔ فقہاء نے فرمایا کہ ان تسبیحات کا ترک یا تین سے کم ہونا، مکروہ ہو گا اور امر استحبابی کی تصریح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے۔ (فتح القدیر، جلد1، صفحہ307، دار الفکر)

نیز خود علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ در مختار کے قول (" ويسبح فيه ثلاثا كما مر" ترجمہ اور سجدہ میں تین بار تسبیح پڑھے گا، جیسا کہ گزر چکا) کے تحت لکھتے ہیں:"أي نظير ما مر في تسبيح الركوع من أن أقله ثلاث، وأنه لو تركه أو نقصه كره تنزيها، وقدمنا الخلاف في ذلك "ترجمہ: یعنی یہ مسئلہ اسی کی نظیر ہے جو ما قبل میں رکوع کی تسبیح کے حوالے سے گزر چکا کہ اس میں سنت کا کم از کم درجہ تین مرتبہ پڑھنا ہے، اور اگر کسی نے سرے سے پڑھا ہی نہیں یا تین سے کم پڑھا، تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ہم نے اس میں خلاف کا ذکر کر دیا ہے۔ (رد المحتار، جلد1، صفحہ504، طبع دار الفکر، بیروت)

واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

الجواب صحیح
مفتی محمد قاسم عطاری

کتبـــــــــــــــہ
ابو حمزہ محمد حسان عطاری
26رجب المرجب1446ھ/27جنوری2025ء

دار الافتاء اہلسنت
darulifta@dawateislami.net

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.daruliftaahlesunnat.net/ کے ذریعے کی جاسکتی ہے